Iḥyāʾal ʿulūm, Vol.:22, Issue,1: Jan-Jun 2022
PP: 127-140

OPEN ACCESS
Iḥyā ʾal ʿulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok..com

خواتین کے معاشی حقوق کا قرآن وحدیث کے تناظر میں ایک جائزہ

An Overview of Women's Economic Rights in the Context of the Qur'an and Hadith

Muhammad Affan ul Haq
Ph.D. Scholar, Department Islamic Learning, University of Karachi.

Dr. Muhammad Hamza
Assistant Professor, University Of Makuran, Punjgur.

Abstract

Since ancient times, women have been involved in economic activities alongside men. These activities have changed due to time, circumstances and specific attitudes. But in no era have all the responsibilities of livelihood been placed on the shoulders of women. Some exceptions will be found in every age, but in general, it has been made obligatory for men to provide for life and to strive for it. Women have been helping men in various ways in their livelihood. She has been increasing her family's income in the form of farming, raising cattle, making cloth, breaking stones, daya, tailor, cobbler-A brief study of the economic struggles of women during the Prophet's time is enough to make it clear that he gave them complete freedom to earn a living. The common means of livelihood at that time was also adopted by women. Along with them, women are also prominent in the protection of their rights, defense and service of religion, education and teaching, medicine and surgery. Explanatory research methodology was used in this article for analysis. A review of the literature reveals that men are primarily responsible for earning a living, but women can also offer their services if they wish, following Islamic teachings. In addition, women can participate more in various economic sectors, including; In light of the above findings, the study suggested that the government should take some serious steps to

CC BY

accommodate the needy, poor, widows and oppressed women of the society while providing an Islamic environment for economic management and work.

***Key Words**: Islam, women, right, economic, farming, raising cattle, breaking stones, tailor.*

تمہید:

مذہب معاشی سر گرمیوں کے لئے ایک اہم ترین ادارے کی حیثیت رکھتا ہے ہر مذہب کے بعض اصول معاشی سر گرمیوں کو تیز بنانے کا باعث بنتے ہیں۔اسلام کے علاوہ دنیا کے باقی تمام مذاہب، سماجوں، نظاموں نے عورت کو معاشی حیثیت سے بہت کمزور رکھا پھر یہ معاشی کمزوری اس کی مظلومیت کا سبب بن گئی۔ عورت کی اسی مظلومیت کا مغربی دنیا نے مداوا کرنا چاہا مگر عورت کو گھر سے باہر لاکر اسلام کی عطا کردہ عزت جو عورت کو حاصل تھی اس سے محروم کر دیا۔دوسرے طرف اسلام عورت کو اپنے معاشرے کا محترم فرد قرار دیتا ہے۔کسی انسان کی معاشرے میں قدر و منزلت اس کی معاشی حیثیت سے ہوتی ہے۔جس کے پاس مال و جائیداد ہے اس کی سب قدر کرتے ہیں،اور جس کے پاس یہ نہیں اس کو محکوم بنالیا جاتا ہے۔اسلام نے کسی بھی دور میں کہیں بھی خواتین کو کام کاج سے نہیں روکا۔بلکہ خواتین کا معاشی امور میں شرکت کرنا اچھا سمجھا گیا لیکن خواتین کے کام کرنے کو اس بات کے ساتھ مقید کیا ہے کہ خواتین جن شعبہ جات میں کام کریں وہ از روئے شرع جائز ہو اور شرعی تقاضوں کے عین موافق ہو اس کے ساتھ ساتھ اپنی عفت، پاکدامنی اور پردے کا بھرپور خیال رکھے۔

اسلام میں عورتوں کے معاشی حقوق:

اسلام نے مسلم سماج میں خواتین کی عزت وآبرو کو بہت زیادہ خیال رکھنے کے احکامات دیئے ہیں۔ بحیثیت ماں خواتین کی عظمت کی اس قدر بلند ہے کہ ان کے پاؤں تلے جنت کی نوید ہے۔ بیٹی کی حیثیت سے والدین کے لئے جہنم سے آڑ بن گئی۔مرد کی اچھائی کا سرٹیفکٹ یہ ہے کہ وہ اپنی گھر والی سے اچھا ہو۔عورت کا دائرہ کار گھر کو بناتے ہوئے اسلام نے اسے بچوں کی بچوں کی پرورش اور تربیت کی بھاری ذمہ داری عطا فرمائی ہے۔اور اس ذمہ داری کو بطور احسن ادا کرنے کو اس کا فریضہ قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود شریعتِ اسلامیہ نے خواتین کے لئے ذریعہ معاش کے لئے جو اصول عطا کئے ہیں وہ صرف الفاظ کی حد تک نہیں ہیں بلکہ مردوں کو ان کا پابند رہنے کی بھرپور تلقین ی گئی ہے۔

ا۔مہر:

اسلام میں خواتین کے معاشی حقوق میں حق مہر بھی شامل ہے۔اسلام نے مردوں کو احکامات دیئے ہیں کہ جس عورت سے وہ عقد کرے اس کا مہر لازماادا کرے۔نکاح میں عورت کو مہر دینے کا تصور اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں بھی موجود تھا لیکن اہل عرب عملا عورت کو اس سے محروم رکھتے تھے۔اس کی مختلف شکلیں ہوتی تھیں۔کبھی عورتوں کا سربراہ اس کے مَہر کو اپنی ملکیت سمجھتا اور اس پر قابض ہو جاتا ہے بلکہ بچیوں کی یا خواتین کی شادی اس شرط کے تحت ہوتی رہی کہ اس کا مہر اس کے سرپرست کو دیا جائے گا۔کبھی عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے کم مہر بھی دیا جاتا تھا۔دور جاہلیت میں عورت کا مہر ختم

کرنے کی ایک صورت یہ بھی تھی جسے حدیث میں "شغار" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے سے اس شرط پر کرتا کہ وہ اس کے عوض اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے دے اور اس بدلے کی شادی میں دونوں لڑکیوں میں سے کسی کا بھی مہر مقرر نہیں ہوتا تھا۔اسلام نے جاہلیت کے اس طریقے کو ختم کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن الشغار"۔[۱]

"رسول اللہ ﷺ نے شغار یعنی وٹہ سٹہ سے روکا ہے۔

دین اسلام نے ان تمام لایعنی شرائط اور رسومات کا قلع قمع کر کے مہر کو خالص عورت کا حق مقرر کیا ہے۔اور اس میں کسی دوسرے کی دخل اندازی کو کسی صورت بھی پسند نہیں فرمایا۔اور شوہروں کو یہ حکم دیا کہ عورت کا یہ حق خوش دلی کے ساتھ ادا کیا جائے۔۔ارشادِ خداوندی ہے:

"وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً"[۲]

"عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دو"

متذکرہ بالا آیتِ مبارکہ کے متعلق ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:

"ان المهر لهاوهی المستحقةلهلا حق للولی فيه"[۳]

"کہ مہر خالص عورت کی ملکیت ہے وہی اس کی مالک ہے۔ولی کا اس میں کوئی حق نہیں"۔

عورت کو اس کا حقِ مہر دینے کی تاکید کی بابت رب ذوالجلال کا فرمان ہے:

"فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً"[٤]

"کہ انہیں ان کے مہر ادا کر دو"۔

محمد یوسف اصلاحی بیان کرتے ہیں کہ:

"مہر عورت کا ایک حق ہے جو نکاح کے وقت ادا کرنا چاہئے اور اگر کسی وجہ سے نکاح کے وقت نہیں دیا جا سکا تو نکاح کے بعد ادا کرنے کی فکر بہر حال ہونی چاہئے اس لئے کہ یہ ایک قرض ہے اور قرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔عام طور پر لوگ اس لئے نکاح کے وقت بھاری مہر رکھتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں نہایت پسندیدہ ہے لیکن اسلامی مزاج اس کو قبول نہیں کرتا"۔[۵]

عورت کا حق مہر ادا کرنا ہر حال میں مرد پر ضروری و لازمی ہے۔کیونکہ شوہر اور بیوی میں تا گر کسی وجہ سے چپقلش ہو جائے اور وہ اپنے آپس کے تعلقات کو اور استوار نہ کر سکیں تو عورت کو مہر کی صورت میں جو پیسہ ملے گا وہ اس سے اپنا گذر اوقات کر سکے گی۔

۲۔حق نان و نفقہ:

نفقہ سے مراد کھانا، کپڑا، اور رہائش ہے۔جو کہ قبل از نکاح اس کے والد کے ذمہ واجب ہے۔اور شادی کے بعد یہ حق نان و نفقہ عورت کے زوج کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے بیوی امیر ہو یا غریب اس کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان کا انتظام شوہر کے ذمہ ہے۔قوام ہونے کی حیثیت سے مرد کے لئے محنت ومشقت کر کے رزقِ حلال کا حصول اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کا خیال رکھنا واجب ہے۔قرآنی آیات میں بیان ہونے والے احکاماتیہ واضح ہوتا ہے کہ مہر کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ زندگی کا سامان مہیا کرنا شوہر کے ذمہ داری ہے اور اسے اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے۔خواتین کے ان حقوق کی

ادائیگی سے شوہر دستبردار نہیں ہو سکتا، ہاں اگر کوئی شرعی عذر لاحق ہے تو پھر بحالتِ مجبوری اس کے لئے رخصت ہے۔ یا دوسری صورت میں اگر کوئی خاتون خود مختار اور صاحبِ حیثیت ہے تو وہ اپنے شوہر کو سہولت دے سکتی ہے۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کی فوقیت کے تعلق سے ارشاد فرمایا:

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ"[6]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔"

علامہ ابنِ منظور افریقی لفظِ "قوّام" کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

"الرجال متكفلون بامور النساء"[7]

"کہ مرد عورت کی ضروریات اور ان کے کاموں کی کفالت کرتا ہے"۔

آیت بالا میں عورتوں پر مردوں کی فوقیت واضح ہے اور اس کی وجہ بھی اسی آیت مبارکہ کے اگلے حصے میں بیان کی گئی ہے:

"وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ"[8]

"اس لئے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں"۔

نفقہ کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ یہ مالی حیثیت کے مطابق ہوگا۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ"[9]

"وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق"۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا"[10]

"اور ماں اور بچے کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری اس (یعنی باپ) پر ہے وہ یہ خرچ معروف طریقے سے دے۔ مگر کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے"۔

اور شوہر نان و نفقہ کی ادائیگی میں کنجوسی اختیار کرے تو شریعت نے زوجہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی ضروریات کے لئے شوہر کے مال میں سے بِلا اجازت کے خرچہ لینا چاہے تو لے سکتی ہے۔اور عدم ادائیگی کی صورت میں عدالت کے ذریعے اپنے اس حق کو وصول کر سکتی ہے۔۔"حدیث شریف میں ہے کہ حکیم بن معاویہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَن تُطْعِمَها إِذَا طَعِمْتَ، وتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلا تُقَبِّحْ، وَلا تَهْجُرْ إِلا فِي الْبَيْتِ"[12]

"جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے اسے بھی پہنائے اور اس کے منہ پر نہ مار اور اسے برا بھلا نہ کہو اور گھر کے سوا اس سے علیحدگی نہ اختیار کرو"۔

۳۔مال میں جائز تصرفات:

اسلام نے کسی حد تک اپنے مال اور دولت میں مرد کی طرح عورت کو بھی تصرف کرنے کا پورا اختیار دیا ہے۔ جیسا کہ شریعت میں مرد کو خرچ کرنے کا حکم ہے بعینہٖ عورتوں سے بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ"[۱۳]

"کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

جو لوگ راہِ خدا میں اپنے اموال اور جانوں کے نذرانے دینے سے خوف محسوس کرتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو ہلاکت سے محفوظ بنارہے ہیں در حقیقت وہ خود کو تباہی میں مبتلا کر رہے ہوتے ہیں۔ اجتماعی خطاب کے علاوہ متعدد آیات میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے بھی قرآن مجید میں خواتین کی ملکیت میں حق تصرف کو اجاگر فرمایا گیا ہے۔ذیل میں ان امور کا تذکرہ کرتے ہیں جہاں پر عورت اپنی ذاتی ملکیت میں سے راہِ خدا میں خرچ کا حق رکھتی ہے:

خیراتی امور میں تصرف:

شریعتِ مطہرہ نے عورت کو اس بات کی اجازت عطا کی ہے کہ وہ اپنی خواہش اور رضامندی کو بروکائے کار لاتے ہوئے خیراتی کاموں پر اپنا مال خرچ کرنا چاہے تو بلا کسی روک ٹوک کے کر سکتی ہے۔قرآن کریم میں فرمانِ باری ہے:

"اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ"[۱۴]

"بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لئے یہ

بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر و ثواب ہے"۔

قرض دینا:

شریعت اسلامیہ نے عورت کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کسی کو قرض دینا چاہے تو وہ بلا کسی جھجک کے دے۔ارشادِ الٰہی ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ"[۱۵]

"اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو"۔

آیت شریفہ میں "یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا" سے خطاب کر کے مرد و عورت کے لئے ایک جیسا معاملہ بنادیا گیا ہے کہ قرض دینے کی صورت میں تحریری صورت میں معاملہ کیا جائے۔

تحفہ دینا:

شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ بھی اختیار عطا فرمایا ہے کہ کہ وہ اپنا حقِ خودداریت کو بروکار لاتے ہوئے کسی بھی شخص کو کوئی بھی چیز تحفۃ یا ہدیۃ دینا چاہے اسے کسی روک ٹوک کا سامنا نہیں کرنا۔اللہ تعالی کی ارشاد ہے:

"وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا"[۱۶]

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو،البتہ اگر وہ اپنا مہر بخوشی چھوڑدیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھالو"۔

گویا کہ وہ پیسے جو بیوی کو مہر کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں اس میں سے اگر وہ عورت چاہے تو کچھ رقم بطورِ ہدیہ یا بطورِ تحفہ اپنے زوج کو واپس دے سکتی ہے۔۔

ادائیگی زکوۃ:

زکوۃ کی فرضیت مردوزن دونوں پر یکساں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ"[17]

"نماز قائم کرتی رہو اور زکوۃ ادا کرتی رہو"۔

صنفِ نازک پر زکوۃ کی فرضیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت معاش کے لحاظ سے خود مختار ہے۔ اس آیتِ مبارکہ سے شریعت کے اس اصول کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس میں صنفِ نازک اپنی انفرادیت نہیں کھوتی بلکہ وہ ہر لحاظ سے علیحدہ شخصیت کی حامل ہے، اس کی اپنی اہمیت ہے، اس کی اپنی قدر و منزلت ہے اور وہ معاشرے کا ایک اہم رکن ہے۔

۴۔ حق وراثت:

اسلام سے پہلے عرب کے معاشرے میں عورت کا کوئی حقِ وراثت نہ تھا۔ دلیل یہ تھی کہ عورت کمزور ہے، نہ معاشی دوڑ دھوپ کر سکتی ہے

، نہ اپنا اور اپنے خاندان کا دفاع کر سکتی ہے، اور نہ جنگ میں مالِ غنیمت اس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا خاندان کی دولت کی مالک نہیں ہو سکتی۔ عرب کا معاشرہ ہی نہیں دنیا کے سب ہی معاشروں میں عورت کو میراث سے محرم رکھا تھا۔ اسلام نے اس ظلم کے خلاف صدا بلند کی اور اعلان کیا کہ مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کا اپنی اپنی جگہ الگ الگ حق ہے اور نہ مرد عورت کے حق پر قابض ہو سکتا ہے اور نہ عورت مرد کے حق پر قابض ہو سکتی ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے حق پر قابض ہوگا تو وہ شریعتِ اسلامیہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالی ہے:

"لِّلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا"[18]

"کہ مردوں کے لئے اس مال سے ایک حصہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں، اور عورت کے لئے اس مال سے ایک حصہ ہے
جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں، اس میں تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال ایک حصہ قطعی ہے"۔

لڑکے اور لڑکی کا حق میراث:

اسلام نے وراثت کو خاندان میں محدود رکھا ہے اور افراد خاندان کے درجہ بدرجہ حقوق متعین کر دیئے ہیں۔ اس میں پہلا اور سب سے بڑا حق اولاد کا رکھا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ"[19]

"اللہ تعالی تمہیں تمہاری اولاد کے حق میں ہدایت کرتا ہے کہ ایک مرد کو حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے، اور اگر لڑکی ایک ہے تو اسے ترکہ کا نصف ملے گا"۔

اس سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

- اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں، وراثت صرف لڑکوں کا حق نہیں۔
- ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔
- اور جب نرینہ اولاد نہ ہو اور دو سے زائد لڑکیاں موجود ہوں تو اس صورت میں انہیں دو ثلث ملے گا۔
- اور اگر نرینہ اولاد نہیں صرف ایک لڑکی ہے تو اسے والدین کی جائیداد میں سے نصف ورثہ ملے گا۔

زوج کی میراث میں وراثت:

خاوند کی وفات کے بعد عورت کو اسلام نے یہ حق عطا فرمایا کہ وہ خاوند کی جائیداد میں میراث پاتی ہے۔۔رب ذوالجلال کا فرمان ہے:

"وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ"[۲۰]

"عورتوں کا حصہ چوتھا ہے تمہارے مال میں اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کو تمہارے ترکہ میں آٹھواں حصہ ملے گا، جو وصیت تم نے کی اس کی تعمیل اور قرض کے ادا کرنے کے بعد"۔

اس آیت سے حسبِ ذیل نکات کی وضاحت ہوتی ہے:

- بیوی کو خاوند کے ترکہ میں سے ربع ملے گا اگر اولاد نہ ہو۔
- اگر کوئی اولاد ہے تو پھر بیوی کو ثمن ملے گا۔

گویا کلام الٰہی میں احکامِ وراثت میں عورت کا حصہ بیان کر دیا گیا ہے اور اس کی توضیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمادی:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان المال للولد وكانت الوصية للوالدين فنسخ الله من ذٰلك ما احب فجعل للذكر مثل حظ الانثيين وجعل للابوين لكل واحد منهما السدس وجعل للمرأة الثمن والربع وللزوج الشطر والربع"[۲۱]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں تمام کا تمام مال بیٹے کو ملتا تھا اور والدین کو وہ مال ملتا تھا جس کی وصیت کی جاتی تھی۔اللہ تعالی نے جو چاہا اسے منسوخ کر دیا اور مرد کے لئے عورت سے دوگنا مقرر فرمادیا۔ماں باپ کے لئے چھٹا حصہ اور تہائی مقرر فرمایا۔اور بیوی کے لئے آٹھواں یا چوتھائی حصہ مقرر فرمایا۔اور خاوند کو نصف یا چوتھائی عطا فرمایا"۔

۵۔حق ملکیت:

شریعت مطہرہ نے عورت کو اپنے اموال، املاک، جائیداد کا خود مالک بنایا ہے۔عورت شریعت کی مقرر کردہ حدود کو بروئے کار لاتے ہوئے جس طرح کا جب چاہے تصرف کر سکتی ہے۔اس پر کسی قسم کا کوئی زور وزبردستی کا معاملہ نہ کیا جائے گا۔اسلام جہاں مرد کو جائز اور حلال دولت اور ملکیت رکھنے کا حق دیتا ہے اسی طرح عورت کو بھی یہ حق عطا کرتا ہے۔آفتاب حسین لکھتے ہیں کہ:

"Islam placed women and man on the same footing in economic independence, property Rights and legal process, She might follow any legitimate

profession, Keep her earnings Inherit property and dispose of her belonging at will".[22]

"اسلام نے خواتین اور مرد کو معاشی آزادی، املاک کے حقوق اور قانونی عمل میں ایک ہی بنیاد پر رکھا، وہ کسی بھی پیشہ کو اختیار کر سکتی ہے، اپنی کمائی کی خود مالک ہے۔ وراثت میں حصہ پاسکتی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتی ہے"۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

"The property of a women as well as her earning before or after her marriage areExclusively her own and her husband or any other guardian does not have any Interest in or seizing over it".[23]

"عورت کی جائیداد اور اس کی کمائی خواہ شادی سے پہلے کی ہو یا بعد کی وہ صرف اسی کی ملکیت ہوتی ہے اور اس کے شوہر یا کسی اور سرپرست کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس میں کسی طرح کا تصرف کر سکے"۔

عورت کی ملکیت میں جس قدر بھی مال وزر ہے، اسے اپنی ملکیت میں خرچ کی اجازت ہے۔ وہ اپنی املاک وہ قیمتی اشیاء کی خرید وفروخت اور دیگر شرعی طریقہائے تجارت میں بھی استعمال کا حق رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ اپنے باپ، بھائی یا شوہر کے ساتھ بھی شریک ہو کر کاروبار میں اپنا حصہ شامل کرنا چاہے تو اسے طے شدہ معاہدے کے مطابق منافع ملے گا۔ گویا کہ اسلام عورت کی انفرادی ملکیت کا تسلیم کرتا ہے۔

خواتین اور حصول معاش کے جائز ذرائع:

ا۔ تجارت:

عہد نبوی ﷺ میں بہت سی عورتیں تجارت کیا کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت شام میں وسیع پیمانے پر تھی۔ حضرت خدیجہؓ کی ایک بہن حضرت ہالہؓ تھیں جو مکی عہد میں چمڑے کی کھال کی تجارت کرتی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کے سلسلے میں ان سے اپنے ایک ساتھی اور ہم عمر حضرت عبداللہ بن حارث ہاشمی کے ساتھ بازار یا ان کے مقام تجارت پر ملاقات کی تھی۔"[۲۴]

حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

"انی امرأة وأبيع واشترى"[۲۵]

کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جو مختلف چیزوں کو بیچتی ہوں اور خریدتی ہوں۔

ایسے ہی حضرت نبہان التمارؓ کے سوانحی خاکہ میں ایک خاتون کا تذکرہ ملتا ہے جو ان سے کھجور خریدتی تھی۔

"اتته امرأة حسناء جميلة تبتاع منه تمر"[۲۶]

۲۔ فلاحت وکاشتکاری:

اگر ہم تہذیب کے ابتدائی دور]ر نظر دوڑائے تو ہمیں یہ نظر آئے گا خواتین بھی مردوں کے ساتھ کام کاج کرتی رہی ہیں۔ خاص طور پر جس وقت مردوں کی تعداد کم ہوتی تھی عورتیں اپنے شوہر اور والد کے ساتھ چارہ خشک کرنے اور جانوروں کو کھیتوں میں چرانے کے کاموں میں مشغول رہتی تھیں۔ اس کی وضاحت ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے ہوتی ہے کہ

جس کا ذکر سورۃ القصص میں کچھ یوں کیا گیا ہے:

ولما ورد مآء مدین وجد علیه امة من الناس یسقون، ووجد من دونهم امراتین تذودان، قال ماخطبکما قالتا لانسقی حتیٰ یصدر الرعاء وابونا شیخ کبیر[27]

"اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ اس پر ایسے لوگوں کا ایک مجمع ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور دیکھا کہ ان سے پہلے دو عورتیں ہیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے کہا: تم کیا چاہتی ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم اپنے جانوروں کو اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک سارے چرواہے پانی پلا کر نہیں جاتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں"۔

حضرت جابرؓ کی خالہ کا واقعہ ہے کہ انہیں آپ ﷺ نے عدت کے دوران اس بات کی اجازت دی تھی کہ جاؤ کھجور کے درختوں سے پھل اتارو ہو سکتا ہے کہ تم صدقہ کر دو اور ثواب کی حقدار بنو۔

عن جابر وهو ابن عبد الله قال : طلقت خالتی ثلاثا ، فخرجت تجد نخلا لها ، فنهانا،فاتت النبی ﷺ فذکرت ذلک له ، فقال لها: اخرجی فجدی نخلک لعلک ان تصدقی او تفعلی خیرا[28]

ایسے ہی حضرت سہل بن سعدؓ ایک عورت کا بیان کرتے ہیں جو جمعہ کے دن سلق کی سبزی بوتی تھی، اور ہمیں کھلاتی تھی:

کانت فینا امرأةتجعل علی اربعاً فی مزرعة لها سلقا ، فکانت اذا کان یوم جمعة تنزع اصول السلق فتجعله فی قدر ، ثم تجعل علیه قبضة من شعیر تطحنها ، فتکون اصول السلق عرقه ، وکنا ننصرف من صلاة الجمعةفنسلم علیها ، فتقرب ذلک الطعام الینا فنلعقه ، وکنا نتمنی یوم الجمعة لطعامها ذلک[29]

ایک عورت کھیتوں میں سلق (جو کہ ایک سبزی ہے) بویا کرتی تھی، جب جمعہ کا دن آتا تو وہ سلق کی جڑیں نکال کر برتن میں ڈالتی اور اس میں جو ملا کر پکا لیتی تھی۔ اور یہ غذا غذائیت میں گوشت کا نعم البدل ہوتی۔ ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اس عورت کے گھر میں اکٹھے ہو جاتے اور وہ عورت ہمیں یہ کھانا پیش کرتی اور ہم اس کا شکریہ ادا کرتے اور اسی وجہ سے ہم جمعے کا انتظار کرتے۔

۳۔ صنعت و حرفت:

بوقت ضرورت اگر کوئی عورت کارخانہ قائم کرنا چاہے یا کوئی دکان کھولنی چاہے تو اس کی اجازت ہے شریعت عورت کو اس بات سے نہیں روکتی۔ اگر کوئی عورت بیوہ ہو، یا مطلقہ ہو، یا اس کا شوہر بیماری کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا ہو تو شریعت اس عورت کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ وہ معاشی ضروریات کے لئے کوئی بھی جائز کاروبار اختیار کرنا چاہے تو وہ کر سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ:

اذا دبغ الاھاب فقد طھر[30] طبعی موت مرنے والے جانوروں کی کھال کو دباغت کے بعد استعمال کر لیا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ صنعت و حرفت سے واقف تھیں۔ اس کے زریعے سے وہ اپنے اور خاوند اور اپنے بچوں کے اخراجات بھی پورے کیا کرتی تھیں۔

حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ:

ان زینب الانصاریة امرأة ابی مسعود وزینب الثقفیة امرأة ابن مسعوداتتا رسول الله ﷺ تسألانه النفقة علی

ازواجهما ، فقال لهما رسول الله ﷺ نعم لكما اجران اجر الصدقة واجر القرابة[31]

زینب انصاریہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابی مسعود اور زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابن مسعود دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دریافت کیا کہ کیا وہ اپنی آمدنی خاوندوں پر خرچ کریں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے دوہرا اجر ہے۔ایک صدقے کا اور دوسرا رشتہ داروں سے حسن سلوک کا۔

آپ ﷺ نے ان کے کسب معاش کی تعریف و توصیف فرمائی مگر کسی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان کو اپنے شوہروں کے نان و نفقہ پر انحصار کرنے کا حکم دیا ہو یا ان کے شوہروں کو کمانے یا نفقہ اٹھانے کی ہدایت فرمائی ہو۔اس سے عورتوں کے کسب معاش کا اصول اور حق نکلتا ہے۔

ان دونوں خواتین کی دستکاری سے کمائی مجبوری تھی کہ ان کے شوہروں کا کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور وہ ان کے نفقہ ادا کرنے سے قاصر تھے۔اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تبلیغ دین میں مصروف رہتے تھے اور اپنی روزی نہ کما سکتے تھے تو ایسی صورتحال میں بیوی کا اپنے شوہر پر خرچ کرنا آپ ﷺ کے مطابق دوہرے اجر کا باعث ہے۔

۴۔طبابت وجراحت:

طب اور جراحت میں بھی عہد نبوی میں خواتین بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔عہد نبوی میں اس پیشہ جو خواتین مہارت رکھتی تھیں ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت رفیدہ، حضرت اسلمیہ، حضرت ام مطاع، حضرت ام کبشہ، حضرت حمنہ بنت جحش، حضرت معاذہ لیلیٰ، حضرت ربیع بنت معوذ، حضرت ام عطیہ، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہم۔یہ تمام صحابیات حالت جنگ و امن میں مریضوں کا علاج و معالجہ،اور زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کیا کرتی تھیں۔

بعض خواتین پیشہ ور جراح اور طبیب سے اپنے فن سے کماتی بھی تھیں۔فی سبیل اللہ علاج و معالجہ کی خدمات تو غزوات، مہمات تک ہی محدود ہوسکتی تھیں کیونکہ وہ طبّی خدمات کے لئے تو جنگ میں شریک ہوتی تھیں۔لیکن زمانہ امن وامان اور عام حالات میں علاج و معالجہ ایک پیشہ ورانہ ذریعہ آمدنی ہے۔روایات وسیرت اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں خواتین طبابت سے آمدنی حاصل کرتی تھیں۔گھریلو دوادارو یا علاج و معالجہ کا ایک فن بھی تھا اور بہت سی خواتین اپنے مردوں کے مانند بسااوقات فوری علاج کی خدمات انجام دے لیتی تھیں۔تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں:

حضرت فاطمہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے بہتے ہوئے زخموں کا علاج کیا تھا۔

فلم يرقا الدم حتى احرقت فاطمة قطعة حصير، واخذت رمادها فالصقته بالجرح[32]

کہ آپ ﷺ کا خون نہیں رک رہا تھا یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخموں پر رکھ دی اور خون بند ہوگیا۔

خلاصہ:

صحابیات اور قرون اولیٰ کی دیگر مسلمان خواتین گھرداری کے علاوہ دیگر معاملات مثلاً معیشت، تجارت و جہاد میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔فطری طور پر دیکھا جائے تو کمانا یہ مردوں کے ذمہ ہے لیکن جہاں تک عورت کے کمانے اور کام کرنے کا تعلق ہے اسلام عورت کو بھی اس کی اجازت دیتا ہے۔قرآن وحدیث میں کہیں بھی عورت کے کام کرنے پر پابندی نہیں ہے بلکہ کسی حد تک عورت کا معیشت، معاشرت، تجارت، زراعت کے امور میں شرکت کرنا مستحسن سمجھا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط

اسلام نے رکھی ہے کہ عورت جو کام بھی کر رہی ہے وہ جائز ہو اور شرعی اصولوں کے موافق ہو اور ساتھ ساتھ عورت پردے کا بھی مکمل خیال رکھے۔روایات کے مطابق عرب کے معاشرے میں کسب معاش کے ذرائع تجارت، زراعت، دستکاری، حرفت ومزدوری واجرت اختیار کرنے کی آزادی حاصل تھی اور یہ حق وآزادی عہد نبوی کے مکی اور مدنی دور میں بھی قائم رہا۔اور خواتین ان چاروں ذرائع کے ذریعے آمدنی حاصل کرتیں اور دولت جمع کرتی تھیں۔ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ عورت اجتماعی زندگی کی سرگرمیوں سے بالکل کنارہ کش ہو کر رہے اور اپنے دائرہ کار سے باہر کوئی بھی کام نہ انجام نہ دے بلکہ اسلام عورت کو اس قابل بنانا چاہتا ہے وہ زندگی کے مشکل اوقات میں استقلال واستقامت کے ساتھ مقابلہ کر سکے اور معاشرے میں اپنی اہمیت کو اجاگر کر سکے۔اور عصر حاضر میں اگر ہم دیکھیں تو بعض معاشرتی میدان ایسے ہیں جہاں صرف عورتیں ہی کام کر سکتی ہیں تو پھر عورت کو معاشی طور پر میدان میں نکلنا پڑتا ہے۔جیسے لیڈی ڈاکٹر، گرلز اسکول و کالجز، نرسنگ، نگران زنانہ بوڈنگ ہاؤس، میں۔لیکن اگر کوئی عورت کسب معاش کے سلسلے میں باہر نکل رہی ہے تو اسے شرعی اور اخلاقی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔دین ایمان پر ثابت قدمی

۲۔اخلاق کی پاسداری

۳۔پردہ وحاجب کا استعمال

۴۔آزادانہ اختلاط سے بچنا

۵۔زیب زینت اور اپنی نمائش سے بچنا

۶۔اگر شادی شدہ ہے تو شوہر کی اجازت ضروری ہو۔

۷۔اور ملازمت کے ساتھ ساتھ اپنے گھریلو ذمہ داریوں کا بھی مکمل احساس ہو۔

نتائج وسفارشات:

۱۔خواتین کسی بھی شعبہ میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

۲۔اسوہ صحابیات کے تناظر میں ایسے اصول و قوانین بنائے جائیں جہاں پر عورت مکمل تحفظ کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے سکے۔

۳۔حکومتی سطح پر بھی اس طرح کے قوانین بنائے جائیں کہ ایک خاتون کس کس شعبہ میں اپنے فرائض سرانجام دے سکتی ہے۔

۴۔خواتین کے لئے علیحدہ شعبہ جات مقرر کئے جائیں جہاں پر وہ اپنے صنف کے لحاظ سے فرائض انجام دے سکیں۔

۵۔خواتین کے لئے کسی بھی شعبہ جات میں خدمت کے وقت ایسا لباس بنایا جائے جو اسے نسوانی خدوخال کے ظاہر ہونے سے بچائے۔اور اس لباس میں اس کے پردہ کا لحاظ رکھا جائے۔

۶۔خواتین اپنے اخلاقی وشرعی حدود وقیود کی مکمل پابندی اختیار کریں۔

۷۔غیر شرعی شعبہ جات میں اپنی خدمات صرف نہ کریں۔

۸۔اپنی نسوانی صنف کے خلاف کسی بھی ایسے شعبہ میں خدمات انجام نہ دے جو اس کی صنف نازک کو نقصان پہنچانے کا باعث

بنے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

حوالہ جات:

[1] ۔محمد بن اسمعیل، البخاری، الصحیح البخاری، ص، ۱۳۰۳، دارابن کثیر، دمشق، ۲۰۰۲ء۔

mḥmd bn asmʿyl,ālbẖāry,ālṣḥyḥ al-bẖāry, dārābn kṯyr,dmšq,2002, pag.1303.

[2] ۔القرآن: النساء، ۴

āl-qrʾān, al-nIsāʾ:4

[3] ۔أحمد بن علي الرازي الجصاص، احکام القرآن، داراحیاء الکتب العربیۃ، ۱۹۹۲ء، ۱۴۱۲ھ، ج:۲، ص:۳۵۱

Aḥmd bnʿAlī al-rāzī al-ğṣāṣ,āḥkām al-qrʾān,dārāḥyāʾ al-ktb al-ʿrbyt:١٩٩٢,,vol. 2,pag. 351.

[4] ۔القرآن: النساء، ۲۴

āl-qrʾān: al-nisāʾ,24

[5] ۔محمد یوسف اصلاحی، اسلامی معاشرہ اوراس کی تعمیر میں خواتین کا حصہ، ادارہ بتول، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۱۱۱

mḥmd yūsf aṣlāḥy,āslāmy mʿāšrh aūr as ki tʿmyr mny ẖwātyn, Kārachi,,ādārh btūl, lāhūr ,1968 ʾ , pag.111

[6] ۔القرآن: النساء، ۳۴

āl-qrʾān, al-nsāʾ,34

[7] ۔ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، س، ن، ج:۱۲، ص:۵۰۳

ābn mnẓūr,mḥmd bn mkrm,lsān al-ʿrb,dārṣādr,byrūt,s,n,vol:12, pag:503

[8] القرآن: النِساء، ۳۴

al-qrʾān: al-nisāʾ,34

[9] ۔القرآن: البقرۃ، ۲۳۶

ālqrʾān: al-bqr٢٣٦,

[10] القرآن: البقرۃ، ۲۳۳

al-qrʾān: al-bqr۲۳۳,

۱۱۔ ایم عبد الرحمٰن، عورت انسانیت کے آئینہ میں، شیخ اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص: ۱۴۹

m ʿbdālrḥmٰn,ʿūrt ansānyt ky aʾiynh myn,šyẖ academy,lāhore,1974ʾ,pag:149

۱۲۔ سلیمان بن اشعث السجستانی، سننِ ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، ۲۱۲۴

slymān bn ašʿṯ al-sğstāny,snni aby dāuʾd,ktāb al-nkāḥ,bāb fy ḥq al-mrʾah ʿly zūğhā,2124

۱۳۔ القرآن: البقرۃ، ۱۹۵

ālqrʾān: al-bqr:۱۹۵

۱۴۔ القرآن، الحدید، ۱۸

ālqrʾān, al-ḥdyd,18

۱۵۔ القرآن، البقرۃ، ۲۸۲

ālqrʾān, al-bqr۲۸۲

۱۶۔ القرآن: النساء، ۴

ālqrʾān: al-nsāʾ,4

۱۷۔ القرآن، الاحزاب، ۳۳

ālqrʾān, al-āḥzāb,33

۱۸۔ القرآن، النساء؛ ۷

ālqrʾān, al-nsāʾ;7

۱۹۔ القرآن، النساء؛ ۱۱

ālqrʾān, al-nsāʾ;11

۲۰۔ القرآن، النساء؛ ۱۲

ālqrʾān, al-nsāʾ;12

۲۱۔ صحیح بخاری، محولہ بالا، ص: ۶۷۸

ṣḥyḥ bkẖāry, muhawwālā bālā, page:678

22 . Status of women in Islam, Dr. Juhs aftab hussain،,Law Publishing co 1987,P: 464

23 . Status of women in Islam, P: 201

۲۴۔ ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۲ء، ج: ۱، ص: ۲۶۶، ۲۶۷۔

abn kṯyr,ābwālfdāʾ ʿmād al-dyn asmāʿyl bn kṯی‌y,tfsyr al-qrʾān al-

ʿẓym,vol:1,pag:266-267,

[25]۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، طبقات الکبریٰ، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱ء، ج:۱۰، ص:۲۹۵،

abn sʿd,ābū ʿbd al-lh mḥmd,ṭbqāt al-kbry, mktbh al-ẖānğy,qāhr 2001ʾ vol:10, pag:295

[26]۔ ابن الاثیر، علی بن محمد، اُسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۱۸۶، ۱۱۸۵

abn al-āṯyr,ʿly bnu mḥmd ,āusudu al-ġābh fy mʿrfh al-ṣḥābh, dār abn ḥzm,byrūt,lbnān,2012 vol:11, pag1186,

[27]۔ القرآن: القصص:۲۳

ālqrʾān -al-qṣṣ :23

[28]۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۳۱ھ، ۲۰۱۰ء، ج:۲، ص:۸۱

slymān bn a šʿṯ,snn aby dāuʾd, mktbt al-mʿārf llnšr wāltūzyġ,ryāḍ, vol:2,pag:81,

[29]۔ ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، مکتبہ دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۲ء، ص:۲۲۶

abū ʿbd al-lh ,mḥmd bn asmāʿyl,ālğāmʿ al-ṣḥyḥ al-bẖāry, mktbh dārābn kṯyr,dmšq,byrūt,2002. pag;226,

[30]۔ ابو الحسن، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح المسلم، مکتبہ دار طیبہ، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء، ص:۱۷۱

abū al-ḥsn,mslm bn al-ḥğāğ,ālğāmʿ al-ṣḥyḥ al-mslm, ,mktbh dār ṭyb,2006, pag:171

[31]۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۵ء۔

abn ḥğr ʿsqlāny,āḥmd bn ʿly,ālāṣābt fy tmyz al-ṣḥābt, ,dār al-ktb al-ʿlmyh,byrūt,lbnān,1995, vol:7,pag:164-

[32]۔ بِلاذری، احمد بن یحییٰ، کتاب جُمل من انساب الاشراف۔ ج:۱، ص:۳۹۶، مکتبہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶ء۔

bilāḏry,āḥmd bn yḥyah ktāb ğuml mn ānsāb al-āašrāf ,mktbh dār al-fkr,byrūt,lbnān,1996. vol:1,pag;396